وحیٔ قرآنی کی حقیقت و ماہیت

سوال - ستمبر ۱۹۶۸ء کے ترجمان القرآن میں ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب کی کتاب پر آپ کا تبصرہ پڑھا اور اس سلسلے میں بعض دوسرے ناقدین کے مضامین بھی دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ آخر ہمیں اس بات پر کیوں اصرار ہے کہ وحی فرشتے کے ذریعہ ہی حضور پر نازل ہوتی۔ دوسرے یہ بات بھی میرے نزدیک بعید از قیاس نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے مطالب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو القا کیے اور ان مطالب کو الفاظ کا جامہ حضورؐ نے ہی پہنایا۔ یہ جو قرآن مجید میں اس کے نزول کے بارے میں آتا ہے کہ "قرآن کو روح الامینؑ آپ کے قلب پر لے کر نازل ہوئے ہیں تاکہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہوں" سے اس خیال کی تائید ہوتی ہے۔

میرے نزدیک یہ باتیں محض علمی اختلاف کی حیثیت رکھتی ہیں ان پر اتنا زیادہ زور نہ دینا چاہیے۔

جواب: (عبدالحمید صدیقی): میں آپ سے یہی گزارش کروں گا کہ آپ براہ کرم ایک مرتبہ پھر میری ان معروضات پر نگاہ ڈالیں جو میں نے ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب کی کتاب کے بارے میں کی تھیں۔ آپ کا یہ ارشاد کہ یہ محض تعبیر کا اختلاف ہے کسی لحاظ سے صحیح نہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے جس انداز سے فرشتے کے ذریعۂ وحی ہونے کی نفی کی ہے اور جو لوگ اس کے قائل ہیں اُن کی جس طریق سے انہوں نے تضحیک کی ہے اُس سے اُن کے ذہنی پس منظر کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ قرآن مجید اور احادیث میں وحی کی جو متعدد صورتیں بیان کی گئی ہیں اُن میں ایک صورت یہ ہے کہ جبریل امینؑ نے خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا۔ اسی کو وحیٔ متلو کا نام دیا جاتا ہے۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ۔	اور یہ کسی بشر کا مرتبہ نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر ہاں یا تو وحی سے یا کسی آڑ سے یا کسی (فرشتہ) قاصد کو بھیج دے سو وہ وحی پہنچا دے اللہ کے حکم سے جو

(الشوریٰ - ۵۱) اللہ کو منظور ہوتا ہے۔ بیشک وہ عالی شان ہے حکمت والا ہے۔

فرشتے کے آنے کی تفصیل احادیث کی قریب قریب ساری معتبر کتب میں ملتی ہے۔ جیسے آپ خود دیکھ سکتے ہیں۔ ان واضح ارشادات کے ہوتے ہوئے معلوم نہیں کہ ڈاکٹر صاحب کو اس کے انکار پر کیوں اصرار ہے۔ ہمارے نزدیک اس کی دو ہی وجہیں ہیں ایک وہ جس کا انہوں نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ وحی کے ساتھ فرشتے کا تصور معاذ اللہ جبلت پسندوں کی اختراع ہے۔ ڈاکٹر صاحب اس مفروضہ کو لے کر آگے بڑے ہیں کہ جب اسے اختراع مان لیا جائے گا تو حدیث نبوی کی حیثیت دفتر بے معنی کی سی ہو جائے گی۔ دوسرے ان کا یہ باطل خیال ہے کہ وحی حضور کی داخلی کیفیت کا ایک کرشمہ ہے۔ اسے اگر تسلیم کر لیا گیا تو قرآن مجید کے کلام الہٰی ہونے کی حیثیت ختم ہو جائے گی۔ اور اس طرح اس کے الفاظ کی غیر معمولی عظمت اور تقدیس باقی نہ رہے گی۔ معلوم نہیں کہ آپ نے کس مصلحت کے تحت قرآن مجید کی واضح تصریحات کو نظر انداز کر کے ڈاکٹر صاحب کے غلط موقف کو محض تعبیر کا اختلاف گردان کر اس کی سنگینی میں کمی کرنے کی کوشش کی ہے۔ باری تعالیٰ نے بڑے واضح الفاظ میں قرآن مجید کو کلام الہٰی فرمایا ہے:

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ - (التوبہ - ۶)

اور اگر کوئی مشرک آپ سے امن طلب کرے تو آپ اس کو امن دے دیجیے یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سنے۔

باری تعالیٰ نے قرآن مجید کو کلام الہٰی کہنے پر ہی اکتفا نہیں فرمایا بلکہ اُس علام الغیوب نے ان افترا پردازوں کی افترا پردازیوں کا بھی سدِ باب کر دیا ہے جو قرآن کو معانی و مطالب کے لحاظ سے تو وحی خداوندی تسلیم کرتے ہیں لیکن اس کے الفاظ کی نسبت خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنے لگتے ہیں۔ مالک الملک نے اس مسئلہ کو بھی تشنہ نہیں چھوڑا اور اس امر کی تصریح کر دی ہے کہ قرآن مع الفاظ عربی اللہ کا کلام ہے اور اللہ کی طرف سے وحی کا نزول انہی عربی الفاظ میں ہوا ہے

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (یوسف - ۲)

ہم نے اسے نازل کیا ہے قرآن بنا کر عربی زبان میں تاکہ تم اس کو اچھی طرح سمجھ سکو۔

قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا غَیْرَ ذِیْ عِوَجٍ (الزمر-۲۸) قرآنِ عربی بغیر کسی کجی کے۔

وَکَذٰلِکَ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا۔ (شوریٰ-۷) اور آپ پر اسی طرح یہ قرآن عربی میں وحی کیا گیا ہے۔

یہ چند آیات بطور مثال پیش کی گئی ہیں۔ قرآن مجید کی اور بہت سی آیات اس حقیقت کی ترجمان ہیں کہ مطالب و معانی کے ساتھ قرآن مجید کے الفاظ بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کیے گئے ہیں۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مطلق قرآن کے نزول کی نسبت اپنی طرف نہیں کی بلکہ اس قرآن کی نسبت اپنی طرف کی ہے جو عربی زبان میں ہے۔

قرآن مجید کی یہ آیت جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ نزول وحی کے وقت اپنی زبان فیض ترجمان کو جلدی جلدی حرکت نہ دو۔

لَا تُحَرِّکْ بِهٖ لِسَانَکَ لِتَعْجَلَ بِهٖ اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ آپ جلدی جلدی پڑھنے کے لیے اپنی زبان کو حرکت نہ دیجیے۔ قرآن کا (آپ کے سینے میں) جمع کرنا اور اس کا پڑھانا تو ہمارا ذمہ ہے۔

تو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ قرآن پڑھانا اور اُسے آپ کے سینۂ اقدس میں محفوظ رکھنا یہ سب اللہ کے ذمہ ہے۔ سید کونین فداہ ابی و امی وحی الٰہی کو سن کر یاد کرنے کے لیے اپنی زبان کو جلدی جلدی حرکت دیتے تھے تاکہ کوئی لفظ یا شوشہ حافظے کی گرفت سے رہ نہ جائے۔ اس کی وجہ بجز اس کے کیا ہو سکتی تھی کہ یہ اُن کا اپنا کلام نہ تھا بلکہ باری تعالیٰ نے اُن پر نازل فرمایا تھا۔ اگر ان حضرات کی بات کو مان لیا جائے کہ مطالب خدا کی طرف سے القا ہوتے تھے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود انہیں الفاظ کا جامہ پہناتے تھے تو پھر یہ آیت تو بالکل بے معنی نظر آتی ہے کیونکہ کوئی شخص بھی کلام کرتے وقت اپنی زبان کو اس لیے جلد جلد حرکت نہیں دیتا کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے اُسے یاد رہ جائے۔